برطانوی سیاست: ایجنڈا ہے مگر جھنڈا نہیں

تحریر: سہیل احمد لون

7 مئی 2015ء کو برطانیہ میں عام انتخابات ہونے جا رہے ہیں۔ تمام سیاسی جماعتیں اپنے منشور کا پرچار کر کے عوامی رائے اپنے حق میں ووٹ کے ذریعے لینے کے لیے مشغول ہیں۔ مادرِ جمہوریت برطانیہ میں قانون سازی کے لیے ہاؤس آف کامنز میں 650 ممبرز آف پالیمنٹ جو عام انتخابات میں عوامی ووٹ کے ذریعے منتخب ہوتے ہیں اور ہاؤس آف لارڈز میں 818 لارڈز کو مختلف خدمات کے اعتراف میں نامزد کیا جاتا ہے۔ پارلیمنٹ ہاؤس میں ہاؤس آف لارڈز اور ہاؤس آف کامنز سے قانون سازی کا بل مشترکہ طور پر پاس ہونے کے بعد ملکہ برطانیہ کے پاس حتمی منظوری کے لیے بھیجا جاتا ہے جو سرکاری مہر لگا کر قانون پاس یا ترمیم ہونے کا عندیہ دیتی ہیں جس کے بعد قانون نافذ عمل ہوتا ہے۔ تعمیراتی کاموں سمیت دیگر انتظامی امور کے لیے لوکل کونسل ذمہ دار ہوتی ہے جس علاقے کے میئر کے علاوہ وارڈز کے کونسلرز شامل ہوتے ہیں۔ Devolution and Localism ہی اصل جمہوریت ہے جس میں اختیارات اور ذمہ داری کا توازن ہوتا ہے۔ سینٹرل گورنمنٹ سے لوکل کونسل کو فنڈز ملتے ہیں اور لوکل کونسل اپنے ذرائع سے بھی فنڈز اکٹھا کر کے علاقے کی بہبود کے لیے کام کرتی ہیں۔ لوکل باڈی کے انتخابات بھی جماعتی بنیادوں پر ہوتے ہیں۔ برطانیہ میں ابھی تک امریکہ کی طرح کمپوٹرائزڈ ووٹ کاسٹنگ سسٹم متعارف نہیں ہوا، بیلٹ پیپر پر ہی ووٹ دینے کا نظام چل رہا ہے جس میں بذریعہ ڈاک ووٹ ڈالنے کی سہولت بھی دی جاتی ہے مگر اس کے باوجود لوگ انتخابی نتائج کو تسلیم کرتے ہیں۔ انتخابات کے بعد منظّم یا غیر منظّم دھاندلی کی بین بجا کر عوام کو مست کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ 650 سیٹوں کے حصول کے لیے کوئی سیاسی جماعت ریلی نہیں نکال رہی، دیواروں کو اشتہار گاہ نہیں بنایا گیا، علاقے میں چاہے ہسپتال ایک ہی ہے مگر گراؤنڈز کی تعداد زیادہ ہونے کے باوجود جلسہ گاہ بنانے کا نہیں سوچا گیا، تمام سیاسی جماعتوں کے ووٹرز بھی ہیں اور سپورٹرز بھی مگر کوئی ایک دوسرے کے خلاف نعرے بازی کرتا دکھائی نہیں دیتا، ہر سیاسی جماعت کا اپنا ایک ایجنڈا تو ہے مگر کسی بھی سیاسی جماعت کا کوئی جھنڈا نہیں، شاید اسی کو ایک پرچم کے سائے تلے ہم ایک ہیں کہتے ہیں، ظاہر ہے جہاں سیاسی جماعت کا اپنا جھنڈا ہی نہیں ہوگا تو مخالف جماعت کے سپورٹرز نہ جھنڈا جلائیں گے اور نہ ڈنڈا برسائیں گے، مذہبی اور سیاسی آزادی ہونے کے باوجود کوئی سیاسی جماعت سڑکوں پر جلوس نہیں نکال رہی، سیاسی قیادتیں ٹی۔ وی پر عوام کے سامنے مکالمہ کرتے ہیں ایک دوسرے کی ذاتیات پر کیچڑ اچھالنے کی بجائے ملکی مسائل اور ان کا بہتر حل پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ عوام ان کی طرف راغب ہوں۔ امیدوار اپنے اپنے حلقہ انتخاب میں گھر گھر جاتا ہے اور اس وقت اس کے ساتھ کوئی خوشامدی ٹولہ یا سیکورٹی کے نام پر پروٹوکول کا قافلہ بھی نہیں ہوتا، جمعہ کی نماز کے بعد مساجد کے باہر کھڑے ہو کر اپنے ہاتھوں سے اشتہارات بانٹ رہے ہوتے ہیں، سوشل میڈیا کے ذریعے بھی وہ بڑے متحرک نظر آتے ہیں۔ حیران کن طور پر انتخابات والے دن عام تعطیل کا اعلان بھی نہیں کیا گیا، کسی سیاسی جماعت میں شخصی غلبہ نظر نہیں آتا ہر جماعت کا سربراہ قابلیت اور نظام کے تحت بنتا ہے کسی کو وصیت میں جماعت کی قیادت کی بشارت نہیں ہوئی، موروثیت کے جراثیم سے بھی سیاست

پاک نظر آتی ہے۔ لیبر پارٹی ٹریڈ یونین اور مزدور طبقہ لوگوں کے چندے پر چل رہی ہے، کنزویٹو پارٹی کی فنڈنگ بزنس مین کلاس سے ہوتی ہے، لبرل ڈیموکریٹس کی فنڈنگ ان کے کارکنان کرتے ہیں۔ الیکٹورل کمیشن کے قوانین کے مطابق £7500 سے زائد رقم کی ڈونیشن باقاعدہ طور پر ظاہر کرنا لازمی ہے گزشتہ دنوں لبرل ڈیموکریٹس کے امیدوار ابراہیم ٹکور کو Donation scandal میں ملوث ہونے کی وجہ سے پارٹی سے نکال دیا گیا اس کا قصور یہ تھا کہ اس نے ساڑھے سات ہزار پاؤنڈ سے زائد کا چیک پارٹی ڈونیشن میں قبول کرلیا تھا۔ حالیہ انتخابی مہم میں بورس جانسن اور ڈیوڈ کیمرون بھی اپنا حصہ ڈال رہے ہیں گزشتہ دنوں ہماری عقبی گلی Red Lion Road, Tolworth میں ڈیوڈ کیمرون اور میئر آف لندن بورس جانسن انتخابی مہم کے سلسلے میں آئے وہ بچوں کے ایک سکول میں بھی گئے جہاں نرسری کے بچوں کے ساتھ پینٹنگ بھی کی۔ حیران کن طور پر چند فری لانس مقامی صحافیوں کے علاوہ کوئی بندہ نظر نہ آیا، علاقے کے مکینوں کو سڑک بند کر کے یہ احساس دلانے کی کوشش نہیں کی گئی کہ یہاں بگ فش کا وزٹ ہو رہا ہے۔ مشرقی لڑکی کے عموماً دو گھر ہوتے ہیں ایک میکا اور دوسرا سسرال مگر ہمارے سیاسی اکابرین نے کم از کم تین ممالک میں اپنے آشیانے بنائے ہیں۔ میاں نواز شریف پاکستان سے سعودی عرب اور اب اپنے تیسرے گھر لندن آئے ہیں۔ برطانیہ میں اگر دیسی میڈیا اتنا فعال نہ ہوتا تو شاید اس بات کا پتہ بھی نہ چلتا کہ میاں صاحب لندن میں ہیں کیونکہ برطانوی میڈیا نے ان کے آنے کی کوئی خاص تشہیر نہیں کی۔ اس مرتبہ میاں صاحب کو عقبی دروازے سے نکلنے کی ضرورت بھی پیش نہ آئی کیونکہ اب گو نواز گو کا نعرہ لگانے والے اپنی دکان بڑھا چکے۔ کراچی کے ایک حلقے میں ضمنی انتخابات ہوئے اور اس کے بعد کنٹونمنٹ بورڈ کے انتخابات، حسب روایت ورکرز، سپورٹرز کے درمیان جھگڑے، سیاسی قائدین کے درمیان غیر مہذب زبان، انتخابی مہم اور عمل میں فضول خرچیاں، میڈیا سمیت تمام اداروں کے انتہاء پسندی عروج پر نظر آئی۔ ایک وقت تھا جب سیاستدان کن ٹٹے لوگوں کو استعمال کر کے لوگوں کے دلوں میں اپنا خوف ڈال کر انتخابات جیتتے تھے اب کن ٹوٹے براہ راست انتخابات میں حصہ لیتے ہیں اور ڈنکے کی چوٹ پر کامیاب بھی ہوتے ہیں۔ جتنا پیسہ انتخابی مہم میں لگایا جاتا ہے اتنا پیسہ کبھی اپنے حلقے میں انتخابات جیتنے کے بعد نہیں لگایا۔ الطاف بھائی گزشتہ 23 برس سے لندن میں مقیم ہیں، عمران خان نے بھی زندگی کا بیشتر حصہ برطانیہ میں گزارہ، آصف علی زرداری کا بھی پاکستان اور دوبئی کے بعد تیسرا گھر لندن ہی ہے، پاکستان کے چار موسموں کی طرح میاں صاحبان کے لاہور، جاتی عمرہ، جدہ اور لندن چار پسندیدہ ٹھکانے ہیں، پرویز مشرف بھی لندن میں رہائش پزیر رہے اس کے علاوہ بھی دیگر سیاسی اکابرین کی ایک لمبی فہرست ہے جنکا مسکن اکثر لندن ہوتا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ مادر جمہوریت برطانیہ سے اتنا لگاؤ ہونے کے باوجود یہاں کا آسان اور سستا انتخابی عمل اور انتخابی مہم کو وطن عزیز میں اپنانے کا نہیں سوچا جاتا۔ کاش! ہماری سیاسی جماعتیں جھنڈوں کی بجائے ایجنڈوں پر اپنی سیاسی بصیرت صرف کرنے پر زور دیں لیکن شاید ایسا کرنے کا پاکستان کا کوئی سیاستدان سوچ بھی نہیں سکتا کہ ماضی پرست سیاستدان اپنی تہذیبی نرگسیت میں گم ہیں اور یونان کی پرانی ریاستوں اور قبائلی نظام کی طرح پرچم کو طوطم کے متبادل کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ ویسے لاہور کے کنٹونمنٹ میں ہونے والے انتخابات کی بیس کی بیس نشیستوں پر تمام سیاسی جماعتوں نے پراپرٹی ڈیلرز کو کھڑا کیا۔ اس کے علاوہ پنجاب اور لاہور کے درمیان ہونے والی تحریک انصاف کی اندرونی رسہ کشی نے الیکشن کو بہت نقصان پہنچایا۔ عبدالعلیم خان لاہور کے صدر ہیں اور یہ

بات پارٹی کے ''پاٹے پرانے'' ورکرز الیکشن ہارنے کے بعد ماننے کیلیئے تیار نہیں۔ عمران خان لاہور آتا ہے تو لاہور آفس میں جاتا ہے جس کا صاف مطلب ہے کہ عبدالعلیم خان عمران خان کی تحریک انصاف کا لاہور کا صدر ہے لیکن یہ بات کچھ مفاد پرستوں کو سمجھ نہیں آ رہی۔ وہ تو کنٹونمنٹ کے الیکشن میں کم نشیستوں کی جیت کا ذمہ دار بھی عبدالعلیم کو ہی سمجھتے ہیں۔ اگر ٹکٹوں کی غلط تقسیم ہوئی ہے تو سب سے پہلے تحریک انصاف کے ورکروں کو یہ بات اپنے چیئرمین سے پوچھنی چاہیے جس نے جنرل الیکشن میں نہ صرف ہرا رہے غیرے اور نتھو خیر کو ٹکٹ دیا اور ا پر معافی بھی مانگی لیکن کسی ورکر نے اپنے چیئرمین کا احتساب کرنے کا سوچا بھی نہیں۔ شاید تحریک انصاف کے پاس بھی صرف جھنڈے اور ڈنڈے ہی رہ گئے ہیں اور کوئی ایجنڈا منظر عام پر نہیں آ رہا۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔ سرے

sohailloun@gmail.com

25-04-2015.